اگر مسلمان خالص اسلامی اصول پر اپنے انفرادی و اجتماعی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے تو آپ ان کو ایک ہی مقصد اور ایک ہی نصب العین کے پیچھے اپنی ساری قوتیں صرف کرتے ہوئے پاتے۔ آپ نے مسلمانوں کے اندر خیالات اور اعمال کا جو انتشار محسوس کیا ہے اسے میں بھی ایک مدت سے دیکھ رہا ہوں اور ہماری اسلامی تحریک کے ساتھ مسلمانوں کے مختلف طبقوں کا جو رویہ ہے وہ بھی میری نگاہ میں ہے، مگر ان چیزوں سے میرے اندر کوئی بددلی پیدا نہیں ہوتی، کیونکہ ان باتوں کی تہ میں جو اصل خرابی ہے اسے میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ صرف یہی نہیں کہ میں بددل نہیں ہوں بلکہ ایک بڑی حد تک پر امید ہوں۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی تحریر فرمایا ہے، مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ بڑی تیزی کے ساتھ اس بات کو تسلیم کرتا جا رہا ہے کہ جو چیز میں پیش کر رہا ہوں یہی اصلی اور خالص اسلام ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کے موجودہ مختلف گروہ جس طرز پر کام کر رہے ہیں اس سے ان کا کامیابی کی منزل تک پہنچنا تقریباً محال ہے۔ لہٰذا اس امر کا قوی امکان ہے کہ مستقبل قریب میں مسلمان نوجوان ان مختلف گروہوں سے اور ان کی سیاست سے مایوس ہو جائیں گے اور ان کے لیے خالص اسلام کے اصول پر کام کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہندوؤں میں بھی جب قوم پرستی، سیاسی آزادی کی منزل پر پہنچ جائے گی تو انھیں سیاست اور معاشرت اور تمدن کی مشینری کو چلانے کے لیے کچھ اصول درکار ہوں گے اور وہ گاندھی جی کے فلسفے یا ہندو مہاسبھا کی نری قوم پرستی میں نہ مل سکیں گے۔ اس وقت ان کے لیے صرف دو ہی راستے ہوں گے، یا تو اشتراکیت کے اصولوں کو اختیار کریں یا پھر اسلام کے اصولوں کو قبول کر لیں۔ اس موقع کے پیش آنے تک اگر ہم اصول اسلام کے بے لاگ داعیوں کا ایک صالح گروہ منظم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو مجھے ۸۰ فیصدی امید ہے کہ ہم اپنے ہندو اور سکھ بھائیوں کو اشتراکیت سے بچانے اور اسلام کے اصولوں کی طرف کھینچ لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ہمارے اس مقصد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان موجودہ قومی کشمکش ہے۔ مگر ہم امید کرتے ہیں کہ جس طریقہ پر ہم اس وقت کام کر رہے ہیں اس سے ہم ہندوؤں اور سکھوں اور دوسری غیر مسلم قوموں کے اس تعصب کو جو وہ موجودہ مسلمانوں کی غلط روش کی وجہ سے اسلام کے خلاف رکھتے ہیں بالآخر دور کر دیں گے اور انھیں اس بات پر آمادہ کر لیں گے کہ وہ اسلام کو خالص اصولی حیثیت سے دیکھیں، نہ کہ اس قوم کے مذہب کی حیثیت سے جس کے ساتھ دنیوی اغراض کے لیے ان کی لڑائی سے کشمکش برپا ہے۔

اسلامی نظامِ حکومت میں فرقوں کی حیثیت

سوال:۔ حکومت الٰہیہ میں شیعوں کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب:۔ اس مسئلہ میں اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ ابھی تک میں خود اپنے ذہن میں بھی اسے پوری طرح نہیں سلجھا سکا ہوں۔ مشکل پر مزید مشکل یہ ہے کہ تاریخ کے جس دور کو ہم اپنے لیے شمع ہدایت سمجھتے ہیں وہاں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی اور نہ کتاب و سنت میں کوئی اصولی ہدایت ایسی ملتی ہے جس سے بآسانی ہم اس مسئلہ کو سلجھا سکیں۔ دورِ نبوت میں تو ظاہر ہے کہ سب مسلمان ایک ہی گروہ تھے اور اصول کیا معنی، فروع میں بھی ان کے درمیان اختلافات نہ تھے۔ اس کے بعد دورِ خلافت آیا اور اس میں بھی بیشتر فروعی اختلافات تھے، اصولی اختلافات رکھنے والے فرقوں کا وجود نہ تھا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں بلاشبہ خوارج کا ظہور ہوا جنھوں نے